مال کی تعریف اور

اموالِ عصرِ حاضر کی شرعی حیثیت

مفتی محمد رفیق الحسنی (حصہ دُوئم)

حرام جانوروں سے حاصل جامد مواد کا حکم

جامد اور خشک مادہ چونکہ ہڈیوں سے تیار ہوتا ہے اور ہڈی فی نفسہ پاک ہے لہذا میتہ (مردار) کی ہڈیوں کے خشک پاوڈر کی بیع وشراء اور اس کا جانوروں کی غذا میں استعمال شرعا جائز ہے۔

بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ خنزیر کی چربی اور دیگر اعضاء کا کشید کردہ مواد بھی دوسرے مردار جانوروں کے ساتھ ملا کر اسی عمل سے گذار کر مرغیوں کی غذا میں استعمال کیا جاتا ہے' خنزیر چونکہ نجس العین ہے اگر اس عمل سے خنزیر کے اجزاء کی ماہیت اور حقیقت تبدیل ہو جاتی ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر اس کی ماہیت باقی رہتی ہے تو ایسا محلول نجس العین کی ملاوٹ کی وجہ سے حرام اور اس کا کاروبار بھی ناجائز ہوگا خنزیر کی ہڈیاں بھی نجس ہوتی ہیں اس کا پوڈر بھی نجس ہوگا اس کا کاروبار اور بیع اور شراء اور استعمال ناجائز ہوگا۔

اسلامی ملکوں میں مسلمانوں کی فیکٹریوں میں تیار کردہ مصنوعات یا خوراکیں یا ادویہ میں خنزیر کی چربی وغیرہ کی مکسنگ کا امکان نہیں ہوسکتا کیونکہ ایمان اس کی اجازت نہیں دیتا اور بدظنی منع ہے البتہ کافروں کے ملکوں سے درآمد شدہ اشیاء لپ اسٹک اور صابن وغیرہ اور جانوروں کی غذا میں اگر خنزیر کے اجزاء کی ملاوٹ ثابت ہو تو اس کا استعمال ناجائز ہوگا اگر ثابت نہ ہو تو صرف شک کی بنیاد پر کسی چیز پر حرام ہونے کا حکم لگانا جائز نہیں ہے۔

کسی چیز کے مال ہونے اور متقوم ہونے کی توضیح میں ضمنا بعض ضروری مسائل کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے اس سے قارئین کی اس امر کی طرف توجہ مبذول کرانا تھی کہ ماضی کے فقہاء کرام نے جن چیزوں کو مال تسلیم نہیں کیا تھا یا متقوم نہیں مانا تھا یہ مسئلہ عرف اور اہل زمانہ کے تعامل کی بنیاد پر تھا' منصوص نہیں

تھا۔جب زمانہ اورعرف بدل گیاتو مالیت اور تقویم کا مفہوم بھی بدل گیا۔موجودہ دور میں دم سائل اورانسانی اعضاء جن کی پیوندکاری کے جواز پر فتاوی دیئے گئے ہیں عرف میں مال متقوم ہوچکے ہیں خون اور اعضاء کو مال کی طرح حاجت کے وقت کے لئے محفوظ رکھا جاسکتا ہے اوران سے بوقت حاجت انتفاع حاصل کیا جاتا ہے لہذا وہ مال ہوگئے اورشرع شریف نے بوقت حاجت ان کے استعمال کی اجازت دے دی ہے لہذا متقوم بھی ہوگئے۔(محمد رفیق حسنی)

نیز مال کی تعریف میں عموم ہے خواہ مسلمان اسے اپنی حاجت کے لیے محفوظ کریں یا ذمی کافر حتی کہ خمراورخنزیراوروہ میت جس کی موت کسی سبب سے واقع ہوئی ہو کفار کے نزدیک مال تھے اوراب مطلق میت موجودہ کافروں کے نزدیک مال ہے۔کفار کے لیے باہم ان حرام جانوروں کی بیع اورشراء صحیح ہے اورحاصل کردہ ثمن ان کے لیے جائزاورکافران جانوروں کے ثمنوں کے مالک ہوتے ہیں اگران جانوروں سے حاصل کردہ ثمن اوررقوم مسلمانوں کودیں تو مسلمانوں کالے کراس رقم کا استعمال کرنا بھی جائز ہے۔درمختار میں ہے:

"بطل بیع مالیس بمال والمال مایمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع(درر)فخرج التراب ونحوہ"(ص:۲۳۵'ج ۷)

ترجمہ:اس چیز کی بیع باطل ہے جو مال نہیں اور مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت میلان کرے اوراس میں بذل اورمنع جاری ہواس کے تحت۔

شامی میں مذکورہے:

"قولہ بطل بیع مالیس بمال 'ای مالیس بمال فی سائر الادیان ......الخ(الی)یدخل فیہ الخمرفھی مال وان لم تکن متقومۃ ولذاقال بعدہ وبطل بیع مال غیرمتقوم کخمروخنزیر."

ترجمہ:مالیس بمال سے مراد وہ مال ہے جو سارے ادیان میں مال نہ ہو(تا)خمر مال میں داخل ہے پس یہ مال ہے لیکن (مسلمانوں کے نزدیک)متقوم نہیں اسی لیے مصنف نے اس کے بعد فرمایا'غیرمتقوم مال کی بیع باطل ہے'جیسے خمراورخنزیر۔

چونکہ خمراورخنزیر کی قدیم زمانہ کے کافروں میں بیع اورشراء کی جاتی تھی اوران کا استعمال ہوتا تھااورمیتہ جس کی موت کسی سبب سے ہوتی تھی 'اس کو کافر کھالیتے تھے اس لیے اسلام نے ان کو مال

قرار دیا اور خون (دم) اور میتہ جس کی موت بغیر سبب کے ہوتی تھی' اس وقت کفار بھی استعمال نہیں کرتے تھے' اس لیے کافروں کے لیے خون اور میتہ کو مال نہیں کہا گیا۔ اب تو خون کفار بلکہ مسلمان بھی استعمال کرتے ہیں اور مردار جانور بھی دنیا میں کھانے اور پینے کے علاوہ دیگر حاجات میں استعمال ہو رہے ہیں لہٰذا آج دم اور میتہ بھی مال ہیں۔

چنانچہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں لکھا' حضرت عمرؓ کے پاس عمال جمع ہوئے۔ آپ نے فرمایا' مجھے یہ بات کہی گئی ہے کہ تم کافروں سے جزیہ میں میتہ اور خنزیر اور خمر بھی وصول کر لیتے ہو۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا' جی ہاں' یہ عمال ایسا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"فلاتفعلوا ولكن ولوا اربابها بيعها ثم خذوا الثمن منهم ولا نجيز بينهم بيع الميتة والدم." (ص: ۲۸۰' ص: ۷)

ترجمہ: پس ایسا نہ کرو لیکن ان کے مالکوں کو خنزیر اور خمر فروخت کرنے دو اور ان سے حاصل کردہ ثمن اور رقم لے لیا کرو' ہم صرف ان کے درمیان میت اور دم (خون) کی بیع جائز نہیں کرتے۔

ہم نے پہلے ذکر کیا تھا موجودہ دور میں دم مسفوح مریض مسلمانوں کے آپریشنوں اور ایکسیڈنٹ شدہ زخمیوں وغیرہم کے لیے استعمال ہو رہا ہے لہٰذا اب مسلمانوں کے حق میں خون بھی مال ہو گیا ہے کیونکہ ضرورت نے خون کو مال بلکہ متقوم بھی بنا دیا ہے۔ فقہ کی کتب میں مال کی جو تعریف ذکر کی گئی ہے' وہ قرآن یا حدیث سے نہیں ہے۔ قرآن اور حدیثوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

دم مسفوح اور خنزیر اور میتہ اور وہ جانور جن پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے' وہ مسلمانوں کے لیے حرام ہیں۔ مگر مضطر کے لیے جائز بلکہ حلال ہیں اور فقہاء کرام نے لوگوں کے تعامل اور عرف کو بعض احکام کے لیے بنیاد قرار دیا' بعض چیزوں کو مال اور بعض کو غیر مال قرار دیا ہے پھر مال کے دو قسم بیان کیے متقوم اور غیر متقوم' ان سب کی مدار عرف پر ہے ویسے حرام ہونے اور بیع اور شراء کے ناجائز ہونے میں تلازم نہیں ہے۔ گھوڑا اور گدھا اور کتا حرام ہے مگر ان کی بیع اور شراء جائز ہے کیونکہ حرام مباح الانتفاع ہو تو اس کی بیع اور شراء جائز ہوتی ہے۔ فقہاء کرام نے اپنے اپنے زمانہ کے عرف کے مطابق مال کی تعریف فرمائی جس سے بعض اشیاء کو اور منافع اور حقوق کو مال سے خارج کیا اور فرمایا کہ مال عین اور مادی چیز ہوتا ہے۔ منفعت اور حق عین نہیں ہیں لہٰذا منافع بھی مال نہیں۔ یہ سب تفصیل حنفی فقہاء کرام نے بیان فرمائی ہے۔

مگر جب مسلمانوں نے ریشم کے کیڑے (دود القز) کا کاروبار شروع کیا' ریشم کا کیڑا حرام جانور ہے' جب ریشم کا کیڑا مر جائے تو میتہ اور حرام ہوتا ہے('اسے بیر بوٹی کہا جاتا ہے') دونوں حالتوں میں کاروبار ہونے لگا تو ہمارے علماء نے فرمایا:

"انهامن اعز الاموال اليوم ويصدق عليهاتعريف المال المتقوم ويحتاج اليه الناس كثيرافي الصباغ وغيره فينبغي بيعهاكبيع السرقين والعذرة المختلطة بالتراب (الى)ويجوزبيع العلق للحاجة مع انه من الهوام وبيعهاباطل و كذابيع الحيات للتداوى وفي القنية وبيع غيرالسمك من دواب البحر وله ثمن كالسقنقوروجلودالخزونحوهايجوزوالافلاوجمل الماء قيل يجوزحيالاميتاوالحسن اطلق الجوازاه فتامل."

ترجمہ: بے شک ریشم کے کیڑے آج عزیز ترین اموال سے ہیں اوران پر مال متقوم کی تعریف صادق آتی ہے اورلوگ یہ رنگ وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں اورلوگ ان کی طرف کثرت سے محتاج ہیں۔پس مناسب ہے کہ ان کی بیع وشراء جائز ہوجیسے جانوروں کے گوبراورآدمی کا گوبر جو مٹی کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں (تا)اورعلق (جونکوں) کی بیع جائز ہے۔لوگوں کی حاجت کی وجہ سے حالانکہ جونک ہوام سے ہے اورہوام کی بیع باطل ہوتی ہے۔اسی طرح سانپوں کی بیع دواؤں کی وجہ سے جائز ہے اورقنیہ میں ہے' مچھلی کے علاوہ پانی کے باقی سب حرام جانوروں کی جبکہ ان کے لیے ثمن ہوں جس طرح سقنقور(سرائیکی میں اس کا معنی کھنڑ ہے)اورریشم کے کیڑے اوراس کی مثل جانوروں کی بیع جائز ہے۔اگران کے ثمن نہیں کہ ان کی خریداورفروخت نہیں ہوتی توان کی بیع جائزنہیں اوربعض علماء نے کہا' سمندرکااونٹ زندہ ہوتواس کی بیع جائز ہے اورمیت ہوتواس کی بیع جائزنہیں اورحضرت حسن بن زیاد نے مطلق جواز کا حکم دیا ہے۔پس غورکر۔

معلوم ہوالوگوں کے عرف اورتعامل کی وجہ سے احناف کے نزدیک مال کی تعریف میں وسعت ہوسکتی ہے۔(رفیق حسنی)

سقنقور جس کوسرائیکی میں کھنڑ کہا جاتا ہے' جو چھپکلی کی طرح کا زہریلا جانور ہے' جس کی دم گول گیند کی طرح ہوتی ہے۔دریاؤں اورسمندر کے ساحل پر کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے اور(ڈیرہ اسماعیل خان کے غیرآبادصحراؤں میں پایا جاتا ہے)اگرآدمی کوکاٹ لے اورآدمی سے پہلے وہ پانی میں چلا جائے توآدمی

فوت ہوجاتا ہے اور اگر آدمی پانی میں پہلے چلا جائے تو وہ جانور فوت ہوجاتا ہے۔(حیوۃ الحیوان)

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ دیگر ائمہ کے نزدیک مال کی تعریف حقوق اور منافع کو بھی شامل ہے ان کے نزدیک حقوق اور منافع بھی مال ہیں اور ان کی بیع وشراء جائز ہے۔چنانچہ حنبلی علماء نے لکھا:

"الثالث ان یکون المبیع مالاوھومافیہ منفعة مباحة لغیر حاجة اوضرورة."(الاقناع۲/۱۵۶)

ترجمہ:اور بیع کے جائز ہونے کے لیے تیسری شرط یہ ہے کہ مبیع (فرخت شدہ) چیز مال ہواور مال وہ شے ہے جس میں ایسی منفعت ہو جو بغیر حاجت اور ضرورت کے بھی مباح ہو۔

یہ تعریف عین اور منافع دونوں کو شامل ہے۔

شوافع میں سے امام سیوطی نے تحریر فرمایا:

"لایقع اسم مال الاعلی ماله قیمة یباع بهاوتلزم متلفه وان قلت ومالایطرحه الناس مثل الفلس وماأشبه ذالک."(الاشباہ والنظائر للسیوطی)

ترجمہ:مال کا اطلاق ایسی چیز پر ہوگا جو قیمت والی ہو اس کو بیچا جاتا ہو اور اس کے تلف کرنے والے پر تاوان لازم ہوتا ہو اگر چہ مقدار میں کم ہو اور لوگ اسے پھینک نہ دیتے ہوں جیسے ایک پیسا وغیرہ۔

اس عبارت میں لفظ 'ما' عموم پر دلالت کرتا ہے اعیان اور منافع کو شامل ہے۔

مالکی علماء نے اس طرح تعریف فرمائی:

"المال مایقع علیه الملک ویستبدبه المالک"(الشرح الکبیر ص:۲/۴۴۸)

ترجمہ:مال وہ چیز ہے جس پر ملک واقع ہو اور مالک اس کے ساتھ مستقل ہو۔

اس تعریف میں بھی منافع پر مال کا اطلاق کیا گیا ہے۔

معلوم ہوا اکثر فقہاء مالکیہ اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مال ہونے کے لیے شی کا مادی اور قائم بنفسہ ہونا جسے ذخیرہ کیا جاسکے ضروری نہیں ہے بلکہ اجرت کے مقابلہ میں منافع اور اعمال اور حقوق سب مال ہیں۔اور احناف اور دیگر ائمہ کے اختلاف سے واضح ہے کہ مال کی تعریف ہر امام کی فکری اور نظری شرح پر مبنی ہے اور ائمہ نے اپنے عرف اور رواج کو دیکھ کر تعریفیں کی تھیں اگر وہی ائمہ عظام آج زندہ ہوتے تو مال کی ایسی تعریف کرتے کہ مال فضاؤں اور ہواؤں کو شامل ہوتا اور مال کے متوقم ہونے میں بھی عرف اور رواج کو دخل ہوتا ہے اور عرف اور رواج کا خواہ مسلمانوں کا عرف ہو یا کافروں کا مال کے

متقوم ہونے میں اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دم مسفوح (خون) اور میت کی کسی دین کے لوگوں میں خرید وفروخت نہیں ہوتی تھی اس لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا ہم ان کی بیع کو جائز قرار نہیں دیتے اور ان کی بیع سے حاصل ثمن کافروں سے جزیہ اور خراج کی مد میں لینا جائز نہیں ہے کیونکہ کفار کے عرف میں بھی خون اور میتہ متقوم نہیں تھے لیکن اہل کتاب کفار میں خمر اور خنزیر کی بیع اور شراء کا رواج تھا تو آپ نے فرمایا' کفار سے خمر اور خنزیر جزیہ اور خراج میں مسلمان لے سکتے ہیں۔

آج خون کی بیع اور شراء دنیا کے غیر اسلامی تمام ادیان کے لوگوں میں مروج ہو چکی ہے اور اس کو جائز سمجھا جاتا ہے اور مردار جانوروں سے بعض صورتوں میں نفع لیا جا رہا ہے۔مردار جانوروں کے پوست اور ہڈیوں سے نفع اٹھانے کی اسلام نے خود اجازت دے دی تھی اب دیگر اعضاء سے ادویہ اور اغذیہ تیار کر کے لوگ نفع حاصل کر رہے ہیں۔

اگر چہ فقہ حنفی میں مال کی تعریف کی عبارتوں سے واضح ہے کہ حقوق یا منافع مال نہیں ہیں لہذا ان کی بیع اور شراء ممنوع ہوگی مگر اس کے باوجود احناف نے حق مرور کی بیع کو جائز فرمایا۔(ہدایہ) اور خدمت اور تعلیم اور تربیت کو امام محمد نے بیوی کا مہر قرار دینے کو جائز فرمایا ہے اور مہر مال ہوتا ہے۔(عالمگیری) حق تعلیٰ چھت سے اوپر فضاء کی بیع کو عام احناف نے نا جائز فرمایا مگر علامہ خالد اتاشی نے حق تعلیٰ کو حق مرور کی طرح فروخت کرنے کو جائز فرمایا' وہ لکھتے ہیں:

"اقول وعلى ماذكروه من جواز الاعتياض عن الحقوق المجردة بمال ينبغي ان يجوز الاعتياض عن حق التعلي وعن حق الشرب وعن حق السيل بمال" (بحوالہ فقہ اسلامی)

ترجمہ: میں کہتا ہوں جو فقہاء نے حقوق محضہ کا عوض مال ہونے کے جواز کو ذکر فرمایا ہے' اس بناء پر مناسب ہے حق تعلیٰ کا معاوضہ بھی جائز ہو اور حق شرب اور حق سیل کا معاوضہ بھی جائز ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ وظائف اور عہدوں کے حقوق سے نزول اور استعفاء دینے کا معاوضہ لینا بھی جائز ہے۔علامہ عینی نے لکھا:

"قد تعارف الفقهاء بالقاهرة النزول عند الوظائف بمال يعطى لصاحبها وتعارفوا وذالك ينبغي الجواز." (الاشباہ' ص:۱۶۵)

ترجمہ: مصر کے شہر قاہرہ میں فقہاء کے نزدیک وظائف اور نوکریوں سے مال کے معاوضہ میں نزول اور استعفیٰ متعارف ہے جو مال صاحب عہدہ اور وظیفہ کو دیا جاتا ہے اور اس کا لوگوں میں تعارف ہے

لہذا مناسب ہے کہ یہ جائز ہے۔
معلوم ہوا مال ہونے یا مال نہ ہونے کی بنیاد عرف اور رواج پر ہے کہ جس چیز کی طرف لوگوں کا طبعی میلان ہو اور اس میں تصرف کر سکیں یا غیر کو اس میں تصرف سے منع کر سکیں، وہ مال ہے۔ اگر چہ وہ مال حرام ہے مگر اس سے نفع اٹھانا جائز ہوگا۔ جیسا کہ ریشم پیدا کرنے والے کیڑے زندہ بھی حرام اور ہوام سے ہیں اور مر جائیں بھی حرام ہیں مگر علامہ شامی فرما رہے ہیں یہ کیڑے ہمارے دور میں تجارتی اموال میں نہایت قیمتی مال ہیں اور لوگ ان کے پوڈر سے رنگ وغیرہ کا کام لیتے ہیں۔ پھر فرمایا: "فتکون مستثناۃ من المیتۃ کما قدمناہ" یہ میتۃ کی بیع سے مستثنیٰ ہوں گے جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا کہ علق (جونکیں) اور ریشمی مردہ کیڑوں کی بیع جائز ہے اور ان کی بیع، میتہ کی بیع کے ناجائز ہونے سے مستثنیٰ ہے۔
علق جونک کو کہتے ہیں جو خون چوستی ہے، سرائیکی میں اسے جلم کہتے ہیں اور اس کی ایک قسم خراطین ہے، جس کو سرائیکی میں ساپے کہا جاتا ہے، اس کی بیع بھی جائز ہے۔ خراطین سے نہایت طاقتور ادویہ تیار ہوتی ہیں۔ لوگوں کو ان کی حاجت ہوتی ہے اور ان کے پوڈر سے انسانی دوائیں تیار ہوتی ہیں۔ ثابت ہوا کہ مال ہونا عرف پر مبنی ہے۔ اور اگر وہ مال مباح الانتفاع ہو تو وہ متقوم بھی ہوتا ہے۔
مال کے متقوم اور با قیمت ہونے کی بنیاد بھی عرف یا شرع شریعت پر ہوتی ہے۔
درمختار میں ہے:
"وبطل بیع مال غیر متقوم (ای) غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ" (ص: ۲۴۱/۷)
ترجمہ: غیر متقوم مال یعنی غیر مباح الانتفاع مال کی بیع باطل ہے (بحوالہ ابن کمال)۔
علامہ شامی فرماتے ہیں:
"(قولہ ابن کمال) ونصہ التقوم علی ماذکر فی التلویح ضربان عرفی وھو بالاحراز فغیر المحرز کالصید والحشیش لیس بمتقوم وشرعی وھو باباحۃ الانتفاع بہ وھو المراد ھاھنا منفیا." (ص: ۲۴۲)
ترجمہ: ابن کمال کی عبارت یہ ہے متقوم ہونا جیسا کہ تلویح میں ہے، دو قسم کا ہے، عرفی اور وہ کسی چیز کے احراز اور قبضہ کو کہتے ہیں اور جو چیز غیر مقبوض اور غیر محرز ہے وہ متقوم نہیں جیسے شکار کے جانور اور خشک تنکے یا جنگل کا عام غیر ممنوع خود پیدا شدہ گھاس جس کی کوئی قیمت نہیں اور شرعی تقوم یہ ہے کہ اس مال کے ساتھ انتفاع مباح ہو جیسے خمر اور خنزیر اور میت مسلمانوں کے حق میں بغیر عذر مباح الانتفاع نہیں

ہیں لہذا یہ مال تو ہیں مگر متقوم نہیں ہیں۔

ہم ذکر کر چکے ہیں بوقت ضرورت یا حاجت مباح الانتفاع ہونے کی وجہ سے خون (دم مسفوح) مال متقوم ہو جاتا ہے اور میتہ (مردار) کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں کہ ریشمی کیڑے اور زہریلے سانپ اور بری اور بحری جانور جو مسلمانوں کی ادویہ وغیرہا میں استعمال ہوتے ہیں' وہ مباح الانتفاع اور متقوم مال ہو چکے ہیں۔خنزیر کے بالوں کے متعلق گذر چکا ہے کہ ان سے انتفاع معمولی کام جوتوں کی سلائی کے لیے فقہاء کرام نے جائز اور مباح قرار دیا ہے مگر باقی اعضاء نجس العین ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے کسی صورت میں مباح الانتفاع نہیں ہیں۔

شامی میں بحرالرائق کے حوالہ سے منقول ہے:

"وقيدنابالمسلم لان اهل الذمة لايمنعون من بيعهالاعتقادهم الحل والتمول وقدامرنابتركهم ومايدينون كذا في البدائع اه ملخصاوظاهره الحكم بصحة بيعهافيمابينهم ولوبيعت بالثمن ويشهدله فروع ذكرهابعده." (ص:۲۴۲)

ترجمہ: ہم نے مسلم کی قید ذکر کی کیونکہ ذمی کافروں کو خمر اور خنزیر کی بیع سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کا ان جانوروں کے حلال ہونے اور مال ہونے کا اعتقاد ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کو اپنے دین کے مطابق عمل کرنے دیں۔اسی طرح بدائع میں ہے اور اس کا ظاہر حکم ان جانوروں کی باہم کافروں میں بیع کی صحت کا ہے اگر ثمن کے ساتھ بیچے جائیں اور اس کے بعد ذکر کردہ جزئیات اور تفریعات اس کی گواہ ہیں۔"

مگر کسی مسلمان کے لیے خمر (شراب) اور خنزیر کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے حتی کہ مسلمان آدمی کسی کافر کو بھی خمر اور خنزیر فروخت نہیں کرسکتا۔ اور باہم کافروں کا خمر اور خنزیر کا کاروبار کرنا صحیح ہے کیونکہ ان کے نزدیک خمر اور خنزیر حلال مال ہے اور کافر فروخت شدہ خمر اور خنازیر کی رقم کے مالک بن جاتے ہیں۔اگر کافران حرام جانوروں کی بیع اور شراء سے حاصل رقم کسی مسلمانوں کو بطور اجرت یا ہدیہ یا کسی دین کے معاوضہ یا بیع اور شراء میں دیں تو مسلمانوں کے لیے لینا جائز ہے۔ (عامہ کتب فقہ)

موجودہ دور ٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے' ہم نے جو کچھ ذکر کیا یہ ان فقہاء کرام کے زمانے کا ہے جو آج ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء سے تین چار سو سال پہلے فوت ہو چکے ہیں۔خاتم المحققین فقیہ اعظم محمد امین ابن عمر المعروف ابن عابدین متوفی ۱۲۵۴ھ کی کتاب سامنے نہیں آئی جس نے موجودہ دور کے تقاضوں

☆جدد حياتك ونوع اساليب معيشتك وغيرمن الروتين الذي تعيشه.☆

کے مطابق جدید مسائل اور احکام پر تبصرہ کیا ہو۔

آج جو کچھ ٹیکنالوجی کی صنعت نے کر کے دکھایا ہے وہ متقدمین فقہاء کے تصور اور وہم و خیال میں بھی نہیں تھا۔صرف تجارت کے شعبہ کو دیکھ لیں' لوگ کروڑوں اور اربوں کی تجارت انٹرنیٹ کے ذریعہ گھر بیٹھے کر رہے ہیں۔بنکوں کی ضمانت اور گرنٹی پر بغیر دیکھے اور بغیر قبضہ رجسٹریشن کے ذریعے سودے ہو رہے ہیں۔کمپیوٹر پر کاغذات کے تبادلے کو قبضہ سمجھا جاتا ہے۔آج کا عرف قدیم عرف سے بالکل مختلف ہو گیا ہے۔آج فضاؤں پر قبضے ہو چکے ہیں' ہر ملک کی فضائی حدود متعین ہیں۔کوئی ملک دوسرے ملک کی فضائی حدود بغیر اجازت استعمال نہیں کر سکتا۔

اور شہروں میں بیسیوں منزلہ عمارتیں بنائی جارہی ہیں۔دنیا میں ایک سو سے زائد منزلہ ہوٹل اور عمارتیں بن رہی ہیں اور وجود میں آنے سے پہلے فروخت درفروخت ہو رہی ہیں۔ہر شہر میں مجاز اتھارٹی سے منظور شدہ نقشہ کے مطابق تمام منزلوں کی فضاؤں کا وہی شخص مالک ہوتا ہے جو زمین کا مالک ہوتا ہے۔موجودہ عرف کی بیع وشراء کے احکام قبضہ کی مزید تعریف کے بعد ذکر کریں گے۔یہاں تک مال کسے کہتے ہیں اور مال متقوم کون سا ہوتا ہے' بیان کیا گیا۔

جناب رضی الدین سید صاحب کی ایک اور کتاب

گوانتانامو بیتی

گوانتانامو کے قیدیوں کی نگرانی پر مامور امریکی کیپٹن جیمس یوسف یی کی آپ بیتی

ملنے کا پتہ: نیشنل اکیڈمی آف ریسرچ کراچی

توکل اکیڈمی دوکان نمبر ٣١ نوشین سینٹر نیو اردو بازار کراچی

0321-2524561 021-32217471